Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.2, Issue.2 (Dec-2024)

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

سیرت النبی ﷺ کی اطلاقی جہتیں: قیامِ امن، سماجی تعمیر نو اور مفاہمت

Applied Dimensions Of The Seerah Of Prophet Hazrat Mohammad (Peace Be Upon Him): Peace Building, Social Reconstruction And Reconciliation

Aisha Imran
M.Phil Scholar, Institute of Islamic Studies & Sharia MY University Islamabad,Pakistan.
aishaimran286@gmail.com

Sabiha Ashraf
MPhil research scholar from University Of Gujrat
sabihaashraf009@icloud.com

Abstract:
Before the advent of the Holy Prophet Muhammad (PBUH), the world was engulfed in the darkness of ignorance, oppression, and social disintegration. His blessed arrival illuminated the universe, introducing a comprehensive system based on divine guidance and prophetic wisdom. The Prophet Muhammad (PBUH) not only brought a spiritual revolution but also presented a complete framework for individual and collective reform. This paper delves into the practical dimensions of Seerat-un-Nabi (PBUH), particularly emphasizing his role in the establishment of peace, social reconstruction, and reconciliation. His mission embodied mercy, justice, and human dignity, transforming a tribal and conflict-ridden society into a model of ethical governance and peaceful coexistence. The Prophet (PBUH) laid down principles of mutual respect, tolerance, and fulfillment of rights, setting the groundwork for a just and peaceful society. His conflict resolution strategies, such as the Charter of Madinah and the Treaty of Hudaybiyyah, reflect a deep commitment to dialogue, coexistence, and pluralism. Under his leadership, the social order became so secure that a woman could travel alone without fear of harm—an extraordinary testament to the depth of moral reform. In today's world, which is marked by increasing polarization, violence, and injustice, the Seerah of the Prophet (PBUH) serves as an enduring source of practical guidance. This paper argues that applying the Prophet's (PBUH) principles can help in fostering global peace, rebuilding fractured societies, and promoting reconciliation among divided communities.

Keywords: Seerat-un-Nabi (PBUH), Peace, Social Reconstruction, Reconciliation, Prophetic Model, Justice, Human Rights, Conflict Resolution, Moral Reform.

موضوع کا تعارف:

سیرت النبی ﷺ محض ایک تاریخی واقعہ یا قصہ نہیں، بلکہ یہ ایک عملی اور اطلاقی نمونہ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ نبی

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو چاہے وہ قیام امن ہو، سماجی تعمیر نو ہو، یا مفاہمت کا عمل ہو ہمارے لیے ایک روشن مثال ہے۔ آپ ﷺ نے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جو عدل، انصاف، امن، اور باہمی احترام پر قائم تھا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور عملی اقدامات کو سمجھ کر ہم آج کے دور کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور ایک بہتر معاشرے کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

ضرورت واہمیت:

آج کا دور انتشار، تشدد، عدم برداشت، اور سماجی عدم توازن کا شکار ہے۔ معاشرے میں طلاق کی شرح میں اضافہ، خاندانی نظام کی کمزوری، نسلی و مذہبی تعصبات، اور عدم مفاہمت جیسے مسائل نے امن اور استحکام کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ایسے میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان مسائل کا حل تلاش کرنا نہایت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ کیسے ایک متوازن اور پرامن معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

اس موضوع پر تحقیق اور عمل درآمد نہ صرف ہمارے معاشرے کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے، بلکہ یہ دنیا بھر میں امن اور سلامتی کو فروغ دینے کا بھی ایک موثر ذریعہ ہے۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں قیام امن، سماجی تعمیر نو، اور مفاہمت کے موضوع پر کام کرنا ہمارے لیے نہ صرف ایک علمی ضرورت ہے، بلکہ یہ ہمارے معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ایک عملی تقاضا بھی ہے۔ اس سلسلہ میں کئی کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ مندرجہ ذیل مقالہ میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان تین جہتوں کو موضوع بحث بنایا جائے گا:

قیام امن:

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں امن اور سلامتی کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے معاہدات، صلح جیسے اقدامات، اور برداشت کے ذریعے امن قائم کیا۔ آج کے دور میں جب تشدد اور جنگوں نے دنیا کو گھیر رکھا ہے، سیرت النبی ﷺ کے اصول ہمیں امن کی راہ دکھاتے ہیں۔

امن کا معنی و مفہوم: امن کا لفظ بنیادی طور پر عربی زبان سے مشتق ہے۔ مختلف عربی لغات میں اس کے معنی اس طرح بیان کیے گئے ہیں۔ الامن: ضد الخوف الامن: امنا وأمنا وأمانا وامنة

اصل میں امن کے معنی مطمئن ہونے اور خوف نہ رہنے کے ہیں۔ "امن امانۃ امان" یہ سب اصل میں مصدر تھیں۔ امان کے معنی بھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔[1]

حضور نبی اکرم ﷺ کی ساری زندگی اور اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد کا طرزِ عمل اور متعدد اقدامات امن پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہیں جنہیں ہم حضور ﷺ کی حد درجہ دور اندیشی، زیرکی، باطنی بصیرت، انتہاء درجے کی عقلمندی، معاملہ فہمی اور صبر و برداشت جیسے اوصاف حمیدہ یا نورِ نبوت کا نتیجہ قرار دے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایامِ شیر خوارگی اور بالکل بچپن میں بھی آپ ﷺ کے طور اطوار اور بعض عادات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ امن پسندی اور صلح جوئی آپ ﷺ کی سرشت اور جبلت و فطرت میں داخل تھی۔

عہد نبوی ﷺ میں عملی طور پر آپ کی امن کے لیے کی جانے والی کاوشیں درج ذیل ہیں:

میثاق مدینہ قیام امن کی دستاویز:

ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے فوری طور پر جن امور کی طرف توجہ فرمائی ان میں " مواخات مدینہ " اور " میثاق مدینہ " خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ان اقدامات سے آپ کا مقصود مہاجرین وانصار کو رشتہ اخوت میں منسلک کرنا یہود اور مسلمانوں کو مدینہ کی شہریت میں امن وامان قائم رکھنے کیلیئے تیار کرنا تھا۔

ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ ہیں: مدینے میں رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین کے معاشی مسائل حل کرنے کیلیئے مواخات کا انتظام کیا اور اس کے بعد مملکت کے قیام کی طرف توجہ فرمائی اور وہ یوں کہ ایک مملکت میں حکمران اور رعایا کے جو حقوق وفرائض ہوں گے انہیں تحریری طور پر مرتب کیا گیا۔اس تاریخی دستاویز کو جو قابل ذکر اہمیت حاصل ہے وہ یہ کہ یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے جو نبی امی کے ہاتھوں وجود میں آتا ہے۔
میثاق مدینہ سے یہ نقطہ عیاں ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ کی شہریت کو ہر قسم کے فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنے اور گہوارہ امن بنانے کی ہر ممکن کوشش فرمائی۔ اگرچہ ہجرت کے دوسرے ہی برس کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ایک خونی معرکہ بدر کے مقام پر رونما ہوا۔ مگر حضور ﷺ کا یہ اقدام حکم خداوندی کے تحت تھا اور پندرہ برس کے ظلم وستم کے بعد جب اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے قتال کی اجازت ہو گئی تو اس کا سبب یہ بیان فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ [2]

ترجمہ: جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔
وہ جن کو ان کے گھروں سے ناحق صرف اتنی بات پر نکال دیا گیا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار تو اللہ ہے۔آنحضور ﷺ کی شان رحمت تو دیکھیئے کہ عین میدان جنگ میں جب مسلمانوں کے حوض پر قریش مکہ کے چند لوگ پانی لینے کیلیئے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں پانی پینے دو۔

غزوہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی تجویز پیش کی کہ اس طرح مسلمانوں کو کفار کے مقابلے میں قوت حاصل ہو گی اور فدیے سے اسلحہ وغیرہ خریدا جاسکے گا، پھر یہ بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان قیدیوں کو اسلام کی ہدایت نصیب فرمادے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ یہ لوگ "کفر کے امام" تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو تسلیم کر لیا مگر قرآن کا ارشاد حضرت عمر کی رائے کے مطابق نازل ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ [3]

ترجمہ: کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے۔

قیام امن اور پیغمبر ﷺ امن:

قیام امن کے لیے جو مساعی آج تک دیکھنے، سننے اور پڑھنے میں آئے ہیں ان کی بنیاد لازمی طور پر کسی نہ کسی نظریے اور نظام کی مرہون منت ہے، نظریہ سے مراد وہ عقیدہ ہے جس کو انسان صحیح اور حق سمجھتا ہے اور مقصود زندگی کو اس کے تابع چلاتا ہے، اور نظام سے مراد وہ طریقہ کار ہے جس

کے ذریعے کسی مقصد کو حاصل کیا جاسکے ،انہیں دونوں چیزوں کے بگاڑ اور سنوار پر دنیا کی پوری قوموں کا بگاڑ اور سنوار موقوف ہے جس کا نظریہ اور عقیدہ ہی غلط ہو وہ نظام کار خواہ کتنا ہی مستحکم اور معقول کیوں نہ رکھتا ہو وہ کبھی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔اور جس کا نظریہ اور عقیدہ تو درست ہو مگر نظام کار غلط یا ناہموار ہو تو وہ اس نتیجے کو حاصل نہیں کر سکتا جو صحیح عقیدہ اور نظریہ سے حاصل ہوتا ہے۔پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانیت کو عقیدہ و نظریہ بھی وہ دیا جو عقل و فطرت کی رو سے بالکل صحیح و حق ہے اور نظام بھی وہ دیا جو ہر شعبہ زندگی میں نہایت معتدل آسان، فطری اور کامیاب ہے۔[4]

پیغمبر امن ﷺ کی اخلاقی تعلیمات:

پیغمبر امن ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو درج ذیل ہے۔

حقوق و فرائض: ایک انسان پر دوسرے انسان کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں ادا کرنے والے کی نسبت سے انہیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں اس کی نسبت سے انہیں حقوق کہا جاتا ہے۔انہیں حقوق و فرائض کو حقوق العباد کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

آداب: رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھے، چلنے پھرنے، بولنے چالنے، کھانے پینے، سونے جاگنے اور نہانے دھونے سے متعلقہ مفید اصول و ضوابط کو آداب کہا جاتا ہے، انہی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔

فضائل اخلاق و رذائل اخلاق: انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو فضائل اخلاق اور برائیوں کو رذائل اخلاق کہا جاتا ہے، فضائل کو اپنانا ضروری ہوتا ہے اور رذائل سے بچنا۔

موجودہ دور میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں قیام امن کا اطلاق:

انصاف اور مساوات کا قیام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں انصاف اور مساوات کو فروغ دیا۔آپ نے ہر فرد کو قانون کے سامنے برابر قرار دیا، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، طاقتور ہو یا کمزور۔معاشرے میں انصاف کے نظام کو مضبوط بنانا، اقلیتوں اور کمزور طبقات کے حقوق کا تحفظ، اور ہر قسم کے تعصب اور امتیازی سلوک کو ختم کرنا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگوں کے ساتھ برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔مدینہ کے معاہدے میں یہودیوں اور دیگر قبائل کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا گیا۔مذہبی اور ثقافتی تنوع کو قبول کرنا، دوسروں کے عقائد کا احترام کرنا، اور اختلافات کو پرامن طریقے سے حل کرنا۔[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں بھائی چارے اور یکجہتی کو فروغ دیا۔آپ نے غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کی اور معاشرے کے ہر فرد کو اہمیت دی۔معاشرے میں غربت اور ناانصافی کو کم کرنا، سماجی خدمات کو بہتر بنانا، اور ہر فرد کو معاشرے کا فعال رکن بنانا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ صلح اور مصالحت کو ترجیح دی۔حدیبیہ کا معاہدہ اس کی بہترین مثال ہے جس میں آپ نے امن کے لیے قربانیاں دیں۔تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنا، جنگ اور تشدد سے گریز کرنا، اور بین المذاہب اور بین الثقافتی مکالمے کو فروغ دینا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی اقدار کو معاشرے کی بنیاد قرار دیا۔آپ نے صداقت، امانت، رحم دلی، اور عفو و درگزر کو فروغ دیا۔

موجودہ سماجی مسائل کے حل کے لیے ایک پرفیکٹ اور آئیڈیل ماڈل کے طور پر حضرتِ محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے علاوہ ایک مسلم سوسائٹی میں، ایک مسلمان کے لیے اور کیا نمونہ ہو سکتا ہے جن کی مقدس ہستی کے بارے میں خود قرآنِ کریم کا اعلان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[6]

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ایک کامل نمونہ ہے۔

انسانی سماج کسی فکر و فلسفہ اور اس کے تحت بنائے گئے قوانین و ضوابط اور معاہدات کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اسی فکر و فلسفہ، اصول و ضوابط اور معاہدات کو نظام کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس فکر و فلسفہ، قوانین و ضوابط اور معاہدات کی عملی تشکیل کے لیے اداروں کی موجودگی بھی ضروری ہے۔ کسی بھی نظام کی عمارت تین اداروں پر استوار ہوتی ہے

1. مقننہ (پارلیمنٹ)
2. انتظامیہ (بیوروکریسی)
3. عدلیہ

پھر یہ تعین بھی ضروری ہے کہ وہ کیا عوامل ہیں کہ جن کی بنیاد پر کوئی بھی نظام ظالمانہ قرار پاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں بارہا مقامات پر اس چیز کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جب معاشرے پر مجموعی طور پر بھوک اور خوف مسلط ہو تو سماج میں طبقاتی کشمکش کے نتیجے میں انارکی اور انتشار پیدا ہوتا ہے جو لا محالہ فساد فی الارض کا باعث بنتا ہے۔ اس صورتحال میں مجموعی انسانی ترقیات کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور انسانیت زوال کی طرف گامزن ہو جاتی ہے۔ انسانیت کا تعلق اپنے رب سے کٹ جاتا ہے اور مجموعی طور پر سوسائٹی شرک میں ملوث ہو جاتی ہے۔ اس مجموعی فساد سے بچاؤ کے لیے وسائل کی منصفانہ تقسیم کسی بھی نظام کا فرضِ اولین ہوتا ہے۔[7]

وسائل کی منصفانہ تقسیم کے حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ[8]

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان بنا دیے اور ان کے لیے جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

ادارے اپنی متعین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کے حوالے سے قانون سازی اور حکمتِ عملی بنانے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں اور اب ان میں اصلاح کی گنجائش باقی نہیں۔ اس ظالمانہ نظام کا خاتمہ اور اس کی جگہ نظامِ عدل کا قیام ہی انبیاء علیہم السلام کا مقصد و منشاء رہا ہے۔ آپ ﷺ نے تو عالمگیر سطح پر نظامِ ظلم کے خاتمے اور عدل کے قیام کی جدوجہد کی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کے درج ذیل پہلو سمجھنا بہت ضروری ہیں:

آپ ﷺ کا مقصد واضح تھا یعنی نظامِ ظلم کا خاتمہ اور نظامِ عدل کا قیام۔

اس مقصد کے حصول کے لیے آپ ﷺ نے نظامِ ظلم سے ممکنہ عدمِ تعاون کے اصول اور عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی کے تحت سوسائٹی کے باشعور اور باصلاحیت افراد کی دعوت کے ذریعے آپ نے تنظیم سازی کی۔ تنظیم سازی کے نتیجے میں قائم ہونے والی اجتماعیت کی شریعت، طریقت اور

سیاست کی جامعیت کی بنیاد پر تربیت کی۔اس تربیت یافتہ جماعت کے ذریعے رائے عامہ کی ہمواری کی جس کے نتیجہ میں مدینہ میں سازگار ماحول پیدا ہوااور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس طرح آپ ﷺ نے اپنے پیشر وانبیا علیہم السلام کے تاریخی تسلسل کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس کو نکتۂ کمال تک پہنچادیا۔

ان تمام کو مختصر انداز میں بیان کیا جائے تو آپ ﷺ کی جدوجہد سے درج ذیل آفاقی اصول سامنے آتے ہیں:

- تاریخی تسلسل
- نصب العین
- عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی اور تنظیم سازی (جماعت)
- لائحہ عمل
- تنظیم سازی کی بنیاد پر قائم اجتماعیت کی جامع تربیت
- تربیت یافتہ اجتماعیت کے ذریعے رائے عامہ کی ہمواری[9]

نظامِ عدل کی بنیاد پر ریاست کا قیام:

سماجی عدل وانصاف ہی دراصل عین اسلام ہے اور رسول گرامی جناب محمد کریم ﷺ نے عملی اور نظریاتی طور پر اس کو نافذ کر کے دکھایا اس کے اصول وقواعد، اطلاقی پہلوؤں کو خوب نمایاں کیا۔اور آپ ﷺ کے قیام کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی اسے قرار دیا اللہ تعالی فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ[10]

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری طرح تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

شاہ ولی اللہ "ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ قیام کی بعثت کا مقصد اول شہنشاہیت اور سرمایہ داریت کو ختم کر کے عادلانہ نظام قائم کرنا ہے۔[11]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں اس دور میں پوری دنیا پر دو سلاطین اور شہنشاہ قابض تھے۔ایک کسری دوسرا قیصر پوری دنیا ان کے ماتحت تھی حتی کہ برعظیم (پاک ہند) بھی کسری کا باج گزار تھا تو آپ کا مقصد اس سرمایہ داریت کو ختم کرنا تھا جو اس وقت شہنشاہیت کے روپ میں تھی تو سرمایہ داریت کو ختم کرنے کے لیے پہلے شہنشاہیت کو ختم کرنا ضروری تھا" حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان شہنشاہوں کی شاہ خرچیوں اور عیاشیوں کی پوری تصویر پیش کی ہے کہ کس طرح انہوں نے عوام پر ٹیکس لگا کر ان کی معاشی حالت ابتر بنادی تھی۔ان حالات میں رسول اللہ صلی علم کی بعثت عوام کے لیے رحمت الہی تھی۔اللہ تعالی نے قرآن مجید ورسالت محمدی کے ذریعہ شہنشاہیت کا خاتمہ کیا اور عادلانہ نظام قائم فرمایا۔سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اعلان یہی تھا کہ میرے آنے کے بعد کسری اور قیصر کی بادشاہتیں

https://scholarinsightjournal.com/
ONLINE - ISSN- 3006-9785
Volume.2, Issue.2 (Dec-2024)
PRINT - ISSN- 3007-245X

ختم ہو جائیں گی کیونکہ یہی سرمایہ داریت کی علامتیں ہیں۔ قیامت تک میری جماعت اور میرے پروگرام کا اصل مقصد سرمایہ داری کا خاتمہ ہے تمام گناہ اور برائیاں سرمایہ داریت اور مال کی محبت سے پیدا ہوتی ہیں۔ دین اسلام نے اصلاً سرمایہ داریت کے خاتمہ کے ذریعے ہی سماجی عدل کو فروغ دیا ہے۔ "حجۃ اللہ البالغہ'' میں شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جلد اول میں دو بڑے مباحث کو بیان کیا ہے:

اقترابات (یعنی قرب الٰہی اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے طریقے نظام عبادات۔ فقہ العبادۃ اسی پر مشتمل ہے۔ یعنی اللہ پرستی۔

ارتفاقات: اس کے تحت وہ اصول ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ زندگی کس طرح گزارے یعنی تعاون باہمی پر مبنی معیشت، قرضہ حسنہ کو فروغ دینا، خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرنا، سود کا خاتمہ کرنا۔ یعنی انسانی دوستی۔ اللہ تعالی نے رسول اللہ کے ذریعے توکل وغناء کی تعلیم دی اس سے بہترین سماجی رویے پروان چڑھتے ہیں۔ سیرت رسول ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ سماجی انصاف اور فلاح و بہبود کیلئے ضروری ہے کہ سماج سے سرمایہ دارانہ نظام اور جاگیر دارانہ نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ اور یہی دو بنیادی خرابیاں ہیں جو اسلام کے معاشی عادلانہ نظام میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔

اسلام نے جہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام دیا کہ سب انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اسی طرح اس نے یہ بھی اعلان کیا ہے:

سب انسان بھائی بھائی ہیں۔ نسل، قومیت، وطنیت اور مال کے اعتبار سے کسی کو چھوٹا بڑا نہیں سمجھا جائے گا۔ سب اللہ تعالی کے بندے ہیں اور ایک آدم کی نسل ہیں۔ اس میں کسی قسم کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ نسل انسانی میں کسی قسم کا امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ البتہ انسانوں میں جو نیک اور پارسا ہیں اور جن کا تقویٰ اور کردار بلند ہے وہ قابل عزت سمجھا جائے گا۔''

وان أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَكُمْ [12]

در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یعنی اللہ کے ہاں برتری کا معیار خاندان قبیلہ اور نسل و نسب نہیں ہے جو کسی انسان کے اختیار میں ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ معیار تقوی ہے جس کا اختیار کرنا انسان کے ارادہ اختیار میں ہے۔ نسل انسانی کے غرور کو ختم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آنحضرت صلی الہ ہم کوئی ایسا قدم اٹھائیں جس سے عملی طور پر نسل غرور کا خاتمہ ہو جائے۔[13]

سماجی معاشرتی کردار: مسجد مسلم معاشرے کا مرکز و مرجع ہے، اس لیے بہت سے معاشرتی امور اس سے وابستہ ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

ملتِ واحدہ: مسلمان جب نماز کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اسے تمام مسلمان اسلام کے رشتہ اخوت میں دکھائی دیتے ہیں، کیونکہ مسجد میں ذات پات، رنگ و نسل، علاقے اور ملک، امیر اور غریب میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔

حقوق و فرائض: جب مسلمان مسجد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو آپس میں تمام حقوق و فرائض ادا ہو جاتے ہیں۔ حقوق العباد کا احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

اجتماعی مسائل کا ادراک : معاشرے میں مسجد کے ذریعے سے معاشرتی مسائل کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ مسجد میں وہ ایک دوسرے سے بلا رکاوٹ ملتے ہیں اور درپیش مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ بدامنی، دہشت گردی کے ظلم و ناانصافی کی بات کرتا ہے اور ایسے ہی انفرادی مسائل کا اندازہ بھی ان کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے گھریلو مسائل کے بارے میں علم ہوتا ہے، دیہاتوں اور شہری آبادیوں کے مسائل کے حل کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

سماج: سماج لفظ سنسکرت زبان کے دو الفاظ سے مل کر بنا ہیں سم اور آج سم کے معنی ہیں اکھٹا یا ایک ساتھ اور آج کے معنی ہیں متحد رہنا۔ یعنی سماج

کے لغوی معنی ہیں ایک ساتھ ملکر رہنا۔اس خیال سے جہاں افراد ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں وہیں سماج بن جاتا ہے۔

عصر حاضر میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سماجی تعمیر نو: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سماجی تعمیر نو کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں جو انصاف، اخلاقی اقدار، تعلیم، اور خدمت خلق پر مبنی ہو۔ موجودہ دور کے چیلنجز کا سامنا کرتے ہوئے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے تاکہ ہم ایک بہتر اور متوازن معاشرہ بنا سکیں۔ سیرت النبی ﷺ ہمیں ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو موجودہ دور پر منطبق کرتے ہوئے ہم درج ذیل نکات پر غور کر سکتے ہیں:

انصاف اور مساوات: رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ انصاف اور مساوات کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے غریب و امیر، مرد و عورت، اور تمام نسلوں کے درمیان مساوات قائم کی۔ آج کے دور میں بھی معاشرے میں انصاف اور مساوات کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ قانون کی بالادستی، اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ، اور معاشی عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے اقدامات کرنا چاہیے۔

اخلاقی اقدار کی بحالی: آپ ﷺ نے اخلاقی اقدار جیسے صداقت، امانت، رحم دلی، اور بردباری کو فروغ دیا۔ موجودہ دور میں اخلاقی زوال کے چیلنجز کا سامنا ہے۔ تعلیمی نظام، میڈیا، اور سماجی اداروں کے ذریعے اخلاقی اقدار کو بحال کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

تعلیم کی اہمیت: رسول اللہ ﷺ نے علم حاصل کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آج کے دور میں تعلیم کو عام کرنا اور معیاری تعلیم فراہم کرنا سماجی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ خصوصاً خواتین اور پسماندہ طبقات کو تعلیم تک رسائی فراہم کرنا چاہیے۔

معاشی انصاف: آپ ﷺ نے زکوٰۃ، صدقات، اور معاشی انصاف کے ذریعے غربت کو کم کرنے کی کوشش کی۔ موجودہ دور میں معاشی عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے منصفانہ معاشی پالیسیاں بنانی چاہیں۔ زکوٰۃ اور صدقات کے نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے غربت کے خاتمے کے لیے اقدامات کرنے چاہیں۔

سماجی ہم آہنگی: رسول اللہ ﷺ نے مختلف مذاہب اور قبائل کے درمیان امن و آشتی کو فروغ دیا۔ مدینہ کی ریاست میں آپ ﷺ نے ایک معاہدہ (میثاق مدینہ) کے ذریعے تمام گروہوں کے حقوق کا تحفظ کیا۔ آج کے دور میں بھی سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ مذہبی اور نسلی تعصبات کو ختم کرتے ہوئے تمام شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیے۔

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مفاہمت کا اطلاق: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مفاہمت کا تصور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی ہر پہلو سے ہمارے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہے خاص طور پر معاشرتی اور سماجی تعلقات میں مفاہمت، برداشت، اور صلح جوئی کے معاملات میں بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ مفاہمت کی بہترین مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مشرکین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جس میں ظاہری طور پر مسلمانوں کے مفادات کو نظر انداز کیا گیا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس معاہدے کو قبول کیا۔ اس معاہدے کے نتیجے میں امن قائم ہوا اور بعد میں یہی معاہدہ فتح مکہ کا سبب بنا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط: 6 ہجری ذوالقعدہ کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ تقریباً ڈیڑھ ہزار اصحاب کی معیت میں بقصد عمرہ مدینے سے مکے کی طرف

روانہ ہوئے۔ اس سے پہلے آپ ﷺ نے اصحاب کرام کو وہ خواب بھی سنایا تھا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ تشریف لے جاتے اور عمرہ بجالاتے ہیں۔ ادھر قریش والوں کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ ایک طرف تو ذوالقعدہ جیسے حرمت کے مہینے میں عمرہ یا حج سے روکنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ دوسری طرف سے اگر مسلمانوں کا اتنا بڑا قافلہ مکے میں داخل ہو گیا تو اس سے قریش کا سارا رعب ختم ہو جائے گا۔ ادھر مسلمانوں کا قافلہ حدیبیہ پہنچ گیا اور قریش کے ساتھ ایلچیوں کا تبادلہ شروع ہوا۔ حضور ﷺ نے حضرت عثمان کو قریش کے پاس بھیجا کہ ہم جنگ کے لیے نہیں، بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے احرام باندھ کر قربانی کے اونٹوں کے ساتھ آئے ہیں۔ اسی دوران خبر اڑی کہ عثمان کو قتل کیا گیا ہے۔ اس سے جنگ کا خطرہ لاحق ہو گیا، جبکہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو جمع کیا اور جنگ سے فرار نہ کرنے پر سب سے بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ بعد میں قتل عثمان کی خبر غلط نکلی۔ قریش نے صلح پر آمادگی ظاہر کی۔

طویل بحث کے بعد درج ذیل شرائط پر حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک سے یہ صلح نامہ لکھا گیا:

- دس سال تک جنگ بند رہے گی۔
- قریش کا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بھاگ کر جائے گا اسے واپس کرنا ہو گا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس جائے اسے واپس نہ کیا جائے گا۔
- قبائل میں سے کوئی قبیلہ کسی ایک فریق کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہو سکتا ہے۔
- محمد ﷺ عمرہ کیے بغیر واپس جائیں گے اور آئندہ سال عمرہ کر سکیں گے۔

اس معاہدے کو قریش نے اپنی فتح سمجھا اور مسلمانوں میں اضطراب پھیل گیا۔ بعض صحابہ کو تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر شک ہونا شروع ہوا کہ ہم تو قریش کے آدمی واپس کریں، لیکن وہ ہمارے آدمی واپس نہ کریں۔ پھر اس خواب کا کیا مطلب تھا جو حضور ﷺ نے دیکھا تھا؟ صلح حدیبیہ سے واپس جاتے ہوئے راستے میں سورۃ الفتح، فتح و نصرت کی نوید لے کر نازل ہوئی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا[14]

ترجمہ: (اے رسول) ہم نے آپ کو فتح دی، ایک نمایاں فتح۔

چنانچہ بعد میں سب نے عملاً دیکھ لیا کہ اس معاہدے کی برکت سے اسلام کو ایک باغیانہ تحریک کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک دین کے طور تسلیم کیا گیا۔ جنگ بندی سے امن کی فضا بحال ہو گئی، جس میں اسلام نے خوب پھلنا پھولنا شروع کیا۔ صرف چند ماہ بعد خیبر فتح ہو گیا اور دو سال کے قلیل عرصے میں 1400 کا یہ لشکر دس ہزار کی تعداد کے ساتھ مکے میں داخل ہو گیا۔[15]

نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں یہودیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے کا معاہدہ کیا، جسے "میثاق مدینہ" کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے میں تمام فریقوں کے حقوق اور فرائض کو واضح کیا گیا تھا۔ یہ معاہدہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری اور مفاہمت پر یقین رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اختلافات کو برداشت کیا اور لوگوں کو نرمی کے ساتھ سمجھایا۔ آپ نے کبھی بھی جبر کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

"وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ تَخَافُنِي قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ اللَّهُ فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُقِيمَتْ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ اسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ."[16]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس آئے تو وہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران مشرکین میں سے ایک مشرک آیا جبکہ نبی کریم ﷺ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے آپ کی تلوار کو نیام سے نکال کر کہا: کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" اس نے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ۔" نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے یہ صورت حال دیکھ کر اسے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ پھر نماز کھڑی کر دی گئی تو آپ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر صحابہ کرامؓ پیچھے ہٹ گئے تو دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ نبی کریم ﷺ کی چار رکعات اور لوگوں کی دو، دو رکعتیں تھیں۔ (راوی حدیث) مسدد نے ابو عوانہ سے، انہوں نے ابو بشر سے روایت کی کہ اس آدمی کا نام غورث بن حارث اور اس غزوے میں آپ ﷺ نے محارب خصفہ سے قتال کیا تھا۔

آپ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا اور تمام انسانیت کے لیے یہ سبق دیا کہ معاشرے میں امن اور باہمی مفاہمت قائم رکھنے کے لیے ایک دوسرے کو معاف کرنا لازمی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں اتحاد اور بھائی چارے کو فروغ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، جو مفاہمت اور تعاون کی بہترین مثال ہے۔ آپ نے غریبوں، امیروں، اور مختلف قبائل کے درمیان توازن قائم کیا، جس سے معاشرے میں امن و سکون قائم ہوا۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا، حالانکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو بے انتہا تکالیف پہنچائی تھیں۔ اس عمل سے یہ پیغام ملا کہ مفاہمت اور درگزر دشمنی کو ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خاندانی تعلقات کو بہتر بنانے پر زور دیا۔ آپ نے صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک) کی تاکید کی، چاہے وہ آپ کے ساتھ کیسا بھی سلوک کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: إِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ"

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔[17]

عدل اور انصاف پر مبنی مفاہمت: آپ نے مفاہمت کو عدل اور انصاف کے ساتھ جوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ناانصافی پر مبنی مفاہمت کو قبول نہیں کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، " لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ، حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ، أَوَ قَالَ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ [18]

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے پڑوسی کے لیے یا اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

خلاصہ تحقیق: اس تحقیق سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی کہ سیرت النبی ﷺ کا پیغام محض مذہبی عبادات یا روحانی تربیت تک محدود نہیں بلکہ ایک مکمل معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی نظام کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو انسانیت کی فلاح اور دنیا میں امن و آشتی کے قیام کے لیے عملی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں جو ریاست قائم کی، وہ درحقیقت ایک ایسا معاشرہ تھا جہاں امن، عدل، برابری اور رواداری جیسے اصولوں کو بنیاد بنا کر ایک جامع نظام تشکیل دیا گیا۔ صلح حدیبیہ اور میثاقِ مدینہ جیسے تاریخی واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قیامِ امن کے لیے گفت و شنید، معاہدات اور مفاہمت کو اولین ترجیح دینا سیرتِ نبوی ﷺ کا نمایاں پہلو ہے۔ سماجی تعمیر نو کے حوالے سے سیرتِ طیبہ ﷺ میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو ایک زوال پذیر یا تقسیم شدہ معاشرے کو ترقی اور اتحاد کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے غلاموں، خواتین، یتیموں، اور اقلیتوں کو معاشرے میں باوقار مقام عطا فرمایا اور مساوات، ہمدردی، اور باہمی تعاون کے اصولوں پر مبنی معاشرتی ڈھانچے کو فروغ دیا۔ مؤاخاتِ مدینہ، نظامِ زکوٰۃ، اور فلاحی اقدامات نے اس بات کو ثابت کیا کہ معاشرتی تعمیر صرف معاشی عدل سے نہیں، بلکہ باہمی محبت، احساسِ ذمہ داری اور اجتماعی خیر خواہی سے ممکن ہے۔ تحقیق میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ نبی ﷺ نے صرف نظریاتی اصول نہیں دیے بلکہ خود ان پر عمل کر کے ایک مثالی معاشرہ قائم کیا۔

مفاہمت اور اختلافات کے دوران حسنِ سلوک کا رویہ بھی سیرت کا ایک اہم اطلاقی پہلو ہے۔ آپ ﷺ نے اختلافات کے باوجود دشمنوں کے ساتھ نرمی، رواداری، اور درگزر کا مظاہرہ فرمایا۔ چاہے وہ غزوۂ احد کے بعد صحابہ کرامؓ سے مشاورت ہو یا قبائل کے ساتھ تعلقات میں توازن، ہر موقع پر نبی کریم ﷺ نے افہام و تفہیم، صبر اور حکمت کو ترجیح دی۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا کہ آج کے معاشرتی و سیاسی انتشار میں سیرتِ طیبہ ﷺ سے راہنمائی حاصل کر کے ایک مفاہمتی، متوازن اور باہم مربوط سماج تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ سیرت کا اطلاقی پہلو ہمیں سکھاتا ہے

کہ معاشرتی امن اور ہم آہنگی صرف قانون یا طاقت سے نہیں، بلکہ اخلاق، رحم اور حکمت سے ممکن ہے۔ تحقیق کے دوران یہ بھی مشاہدہ کیا گیا کہ سیرتِ نبوی ﷺ کا نظامِ قیادت اور حکمرانی عصرِ حاضر کی پائیدار، شفاف اور فلاحی حکمرانی کے اصول فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں عدل، مشاورت، خدمتِ خلق اور خود احتسابی جیسے اوصاف نمایاں تھے۔ آج جب دنیا قیادت کے بحران کا شکار ہے، تو سیرتِ رسول ﷺ میں وہ نمونہ موجود ہے جو انسانیت کو ایک منصف، رحم دل اور دیانت دار قیادت کا راستہ دکھا سکتا ہے۔ مجموعی طور پر تحقیق کے نتائج اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اگر سیرت النبی ﷺ کے اطلاقی پہلوؤں کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کر کے نافذ کیا جائے تو دنیا میں امن، سماجی انصاف، اور باہمی مفاہمت کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

سفارشات:

1. تعلیمی اداروں میں سیرتِ طیبہ ﷺ کے ان پہلوؤں کو نصاب میں شامل کیا جائے جو امن، رواداری، معاشرتی تعمیر اور قیادت سے متعلق ہوں تاکہ طلبہ کو عملی زندگی میں رہنمائی ملے۔
2. علماء، اساتذہ اور مبلغین کی تربیت میں جدید معاشرتی و فکری چیلنجز شامل کیے جائیں تاکہ وہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں عصرِ حاضر کے مسائل کا مؤثر حل پیش کر سکیں۔
3. مختلف مذاہب اور مسالک کے درمیان مکالمہ، برداشت اور باہمی احترام کو فروغ دینے کے لیے سیرتِ رسول ﷺ میں موجود مفاہمانہ اصولوں کو اپنایا جائے۔
4. سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں معاشرتی فلاح و بہبود، غربت کے خاتمے، اور سماجی عدل پر مبنی پالیسیوں اور فلاحی منصوبوں کو فروغ دیا جائے۔
5. الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر سیرتِ طیبہ ﷺ کے مثبت، عملی اور اخلاقی پہلوؤں کو جدید انداز میں پیش کیا جائے تاکہ نوجوان نسل متاثر ہو کر عمل کی طرف مائل ہو۔
6. قومی اور بین الاقوامی سطح پر سیرت و امن سے متعلق کانفرنسز اور مذاکرے منعقد کیے جائیں تاکہ فکری رہنمائی، عالمی سطح پر اسلامی پیغامِ امن کی ترویج، اور مثبت مکالمے کو فروغ دیا جا سکے۔

حوالہ جات

1. غلام احمد، **امن عالم سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں**، (لاہور: اقبال پبلیشنگ کمپنی، 1999ء)، ص36
2. القرآن: 39/22
3. القرآن: 8/67
4. منیر احمد، پیغمبر امن محمد رسول اللہ، (سیالکوٹ: مکتبہ حدیث، 2006ء)، ص38

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

5. غلام احمد، **امن عالم سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں**، ص112
6. القرآن:39/22
7. محمد سعد اللہ، **حضور نبی اکرم بطور پیغمبر امن وسلامتی**،(لاہور: منہاج بکس لائبریری، 2011ء)، ص31 www.minhajbooks.com
8. القرآن:20/15
9. ڈاکٹر عبد الغفار، **پائیدار سماجی ترقی**،(اوکاڑہ: شعبہ علوم اسلامیہ, 2021ء)، ص37
10. القرآن:9/61
11. دہلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء،(کراچی: میر محمد کتب خانہ، س ن)، ج1، ص27
12. القرآن:49/13
13. ڈاکٹر عبد الغفار، **پائیدار سماجی ترقی**،(اوکاڑہ: شعبہ علوم اسلامیہ 2021ء)، ص112
14. القرآن:48/1
15. https://www.balaghulquran.com/quranmozooati.php?optsrch_ch=33&optsrch_tp=436&optsrch_st=519
16. محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ، رقم: 4136
17. محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتَاب الْأَدَبِ، بَابُ إِثْمِ الْقَاطِعِ، رقم: 5984
18. مسلم بن عقبہ حجاج، **صحیح مسلم**، بیروت دار الکتاب، کتابُ الایمان، باب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خِصَالِ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لأَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ، رقم: 17